مولانا ابو عمار زاہد الراشدی
مدیر اعلیٰ "الشریعہ" گوجرانوالہ

اکیسویں صدی اور علماء کرام کا کردار

عیسوی سن دو ہزار کے ہندسے کو چھو کر دو ہزار ایک کی طرف بڑھ چکا ہے اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کو شمسی حساب سے دو ہزار سال گذر چکے ہیں اور اگر ان کی عمر کو ہمارے زمینی پیمانوں سے ماپا جائے تو وہ نسل انسانی کے سب سے لمبی عمر کے بزرگ قرار پاتے ہیں اس لئے کہ اہل اسلام کے اجماعی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی تک موت کا مرحلہ نہیں گذرا۔ یہودیوں نے انہیں سولی پر لٹکانا چاہا مگر قرآن کریم کے بقول وہ شبہ میں ڈال دیئے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا جہاں سے وہ قیامت سے قبل دوبارہ زمین پر اتارے جائیں گے اور وہ اس وقت کے مسلمانوں کے سب سے بڑے مذہبی راہنما حضرت امام مہدی کے ساتھ مل کر دنیا کو دجال کے ظلم وجور اور دجل وفریب سے نجات دلائیں گے۔ اسلامی سلطنت وخلافت کا پرچم پھر سے دنیا پر لہرائیں گے ان کی شادی ہوگی' بچے ہوں گے اور پھر وفات ہوگی جسکے بعد انہیں جناب نبی اکرمؐ کے روضہ اطہر میں سپرد خاک کر دیا جائیگا جس میں ایک قبر کی جگہ چودہ سو سال سے خالی چلی آرہی ہے۔

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا ایک خاص پس منظر اور فلسفہ ہے جس کی طرف خاتم المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مشکلات القرآن" میں اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو زمین پر آباد کرنے سے پہلے جہاں سب انسانوں سے "الست بربکم؟" کے سوال کے ساتھ اپنے رب ہونے کا اقرار لیا تھا وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ سے بھی ایک عہد لیا تھا جو قرآن کریم کی زبان میں اس طرح ہے کہ تم سب اپنے اپنے وقت پر دنیا میں جاؤ گے اور تمہیں کتاب وحکمت سے نوازا جائے گا پھر تم سب کے بعد ایک رسول آئیں گے جو تمہاری تعلیمات کی تصدیق وتکمیل کریں گے اس لئے اے سب انبیاء کرام وعدہ کرو کہ تم سب اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد بھی کرو گے۔ تو سب انبیاء کرام نے اس کا اقرار کیا تھا اس عہد ومیثاق کا تذکرہ صداقت کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے "وأنا معكم من الشاهدين" کے اعلان کے ساتھ اس معاہدہ پر اپنی شہادت ثبت فرمائی ہے اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ وہ آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو سب انبیاء کرام علیھم السلام کے بعد تشریف لائے جبکہ تمام انبیاء ورسل اپنی اپنی مدت گزار کر دنیائے فانی سے رحلت فرما چکے تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کے اس وعدہ کا ایفاء کب ہوا؟ اور کیا کائنات کا اتنا بڑا میثاق جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان ہوا تشنہ تکمیل رہ گیا؟ یہ بلاشبہ قرآن کریم کے مشکل مقامات میں سے ہے اور اس کے حل میں مختلف امور پر بحث کرتے ہوئے حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے جو اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایمان کا وعدہ تو معراج کی شب پورا ہو گیا جب مسجد اقصیٰ میں حضرات انبیاء کرام علیھم السلام نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کر کے انہیں اپنا امام تسلیم کر لیا اور مدد والے وعدہ کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیھم السلام کے نمائندہ کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھا ہوا ہے اور وہ اس کٹھن وقت میں امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی مدد کیلئے تشریف لائیں گے جب اس امت پر چاروں طرف سے دجالی فتنوں کی یلغار ہو گی اور وہ دنیا پر اسلام کا غلبہ ایک بار پھر قائم کرنے میں حضرت امام مہدی کا ساتھ دے کر اور سب سے بڑے دجال کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اس وعدہ اور میثاق کی تکمیل کریں گے جو حضرات انبیاء کرام علیھم السلام نے حضرت محمد ﷺ کی مدد کرنے کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ حضرت امام مہدی کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت کے بارے میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن علامات و آثار یہ بتا رہے ہیں اور بعض اہل اللہ کے وجدانات و کیفیات سے اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ وقت اب زیادہ دور نہیں ہے اور اگر آثار و قرائن کا یہ تسلسل اسی طرح قائم رہا تو کچھ بعید نہیں کہ یہ اکیسویں صدی ہی ان دونوں بزرگوں کی تشریف آوری اور اسلام کے ہاتھوں عالمی کفر کی فیصلہ کن شکست کی صدی بن جائے اس لئے "اکیسویں صدی اور علماء کرام کی ذمہ داریاں" کے عنوان پر کچھ عرض کرتے ہوئے اسی پس منظر میں چند گزارشات پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ درست ہے کہ سب سے بڑے "دجال" کا ظہور ابھی ہونا ہے لیکن حالات بتا رہے ہیں کہ دجل و فریب کے سینکڑوں فتنے اس کے ہراول دستے کے طور پر دنیا میں پیش قدمی کر چکے ہیں اور ہر طرف جھوٹ مکر و فریب' دغابازی' ظلم' ناانصافی اور جدوجہد استحصال کے سیاہ بادلوں نے روئے زمین کو گھیر رکھا ہے۔ احادیث نبویہ ﷺ میں دجال کے ظہور اور اس کے دور کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں انہیں دیکھ لیں اور پھر اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں کہ ان میں سے کون سی علامت ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں آچکی؟ دیندار مسلمانوں پر روئے زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ کر دی گئی ہے' زمین کے تمام وسائل اور دولت کے سرچشموں پر دجالی قوتوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے حوالہ سے بات کرنا اور کسی تاویل کے بغیر آسمانی

تعلیمات کو پیش کرنا ہاتھوں میں انگارے پکڑنے کے مترادف ہو چکا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے نفاذ اور عملداری کی بات ان دجالی قوتوں کے پورے عالمی نیٹ ورک کے لئے چیلنج سمجھی جا رہی ہے اور ایسا کرنے والوں کو بھوک افلاس اور احتیاج کی آگ میں دھکیلنے پر پوری دنیائے کفر کا اجماع ہو چکا ہے۔ ہر طرف دینی اقدار کا مذاق اڑایا جا رہا ہے' عریانی اور فحاشی کا مہیب دیو ہر طرف ناچ رہا ہے بلکہ پوری دنیا کو نچا رہا ہے۔ انسان انسان کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں' نسلی' علاقائی اور لسانی عصبیتوں نے انسانوں کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا رکھا ہے' زنا' لواطت اور حرام کاری نے تہذیبی اقدار اور حقوق کا درجہ حاصل کر لیا ہے' باہمی احترام اور رشتوں کا تقدس قصہ پارینہ بن کر رہ گیا ہے انسانی زندگی کے وسائل پر چند مفاد پرست اور استحصالی ٹولوں نے غاصبانہ تسلط جما کر انسانی آبادی کی اکثریت کو بھوک اور افلاس کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ اور پھر دجل و فریب کی انتہا یہ ہے کہ یہ سب کچھ انسانیت اور اس کے شرف و احترام کے نام پر ہو رہا ہے اور ان میں ہر برائی اور ظلم و جور کے کیمپ پر انسانی حقوق کا پرچم لہرا رہا ہے۔ یہ سب "دجالی فتنے" ہی کے مظاہر ہیں جنہیں ہم کھلی آنکھوں سے اپنے گرد و پیش دیکھ بلکہ بھگت رہے ہیں' یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی بڑے ملک کا سربراہ دوسرے ملک کا دورہ کرتا ہے تو اس سے پہلے اس کے ملک کے مختلف گروپ وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیتے ہیں ضروری تیاریاں کرتے ہیں اور فضا کو اس دورے کیلئے سازگار بناتے ہیں اسی طرح "دجال اکبر" کے ظہور سے پہلے اس کے پروٹوکول آفیسرز کے مختلف گروپوں نے دنیا کو گھیرے میں لے لیا ہے اور اس کی مختلف ایجنسیوں کے کارندوں نے انسانی آبادی کے ہر شعبہ اور طبقہ میں پھیل کر اپنے چیف کی آمد کیلئے راہ ہموار کرنے کی محنت شروع کر رکھی ہے جو اب لگتا ہے کہ آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے اور اس دجالی ڈرامے کے "ڈراپ سین" کیلئے پوری دنیا آنکھیں جھپکے بغیر پردہ اٹھنے کی منتظر ہے۔

مسیح کی آمد ثانی کا انتظار ہم مسلمان تو کر ہی رہے ہیں لیکن اس کے انتظار میں عیسائی بھی ہیں اور یہودیوں کو بھی اس کا مسلسل انتظار ہے یہ الگ بات ہے کہ مسیح کی شخصیت ایک نہیں دو ہیں خود جناب نبی اکرم ﷺ نے دو مسیحوں کی آمد کی خبر دی ہے اور دونوں کی الگ الگ علامتیں بتائی ہیں ایک مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا مسیح "دجال" ہے اسے بھی جناب نبی اکرم ﷺ نے مسیح دجال کے نام سے ذکر کیا ہے۔ دونوں کا ظہور ایک ہی زمانے میں ہو گا دونوں میں باہمی معرکہ آرائی ہو گی جو خیر و شر کی جنگ کا "فائنل راؤنڈ" ہو گا اور ایک کو دوسرے پر فیصلہ کن غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اب یہ فیصلہ دنیا کی موجودہ معروضی صورت حال دیکھ کر بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ کس کو کون سے مسیح کا انتظار ہے؟ عیسائی اور یہودی جو آسمانی تعلیمات اور انسانی اقدار و اخلاق کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں اور ظلم و جبر کی آخری

حدود کو چھوڑ رہے ہیں وہ کون سے مسیح کے منتظر ہیں ؟ اور مسلمان جو آسمانی تعلیمات کو سینے سے لگائے اور قرآن و سنت کی بالا دستی کا پرچم تھامے اسکی خاطر ہر ظلم اور تشدد کو حوصلے اور استقامت کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں انہیں فطری طور پر کون سے مسیح کا انتظار ہو سکتا ہے ؟ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے اور اسے ایک طرف رکھتے ہوئے اکیسویں صدی کے معروضی حالات میں علماء اسلام کی ذمہ داریوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اکیسویں صدی میں دنیا کے معروضی حالات کا منظر کیا ہوگا ؟ اس کے بارے میں ادھر ادھر کی قیاس آرائیوں کی بجائے اس کے آغاز کو دیکھ لینا ہی کافی ہے ظاہر بات ہے کہ جب تک کوئی عالمگیر انقلابی تبدیلی رونما نہیں ہوتی حالات اسی ڈگر پر چلتے رہیں گے۔ جس پر اس وقت ان کا سفر جاری ہے اور حالات کا سفر اسی رخ پر جاری رہے تو آنے والے دور کے حالات کا اندازہ لگانے کیلئے کسی غیر معمولی عقل و دانش کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری دینی اصطلاح میں اسے "فتنوں کا دور" کہا جاتا ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور پیش گوئیوں میں اس دور کے بارے میں واضح اور تفصیلی راہنمائی ملتی ہے اور جناب رسالت مآب ﷺ نے اس دور میں فتنوں کے ظہور کو "کوقع المطر" سے تعبیر کیا ہے کہ فتنے بارش کی طرح برسیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس دور میں ایمان کی حفاظت سب سے مشکل کام ہو جائے گا اور صرف دو طرح کے لوگ اپنے ایمان و دین کی حفاظت کر پائیں گے۔

رجل معتزل فی بادیة یودی حق اللہ تعالیٰ الذی علیه اور جل اخذ بعنان فرسد خلف اعدا اللہ تعالی یخیفهم ویخیضونه (حاکم)

وہ شخص جو زندگی کے اجتماعی معاملات سے کنارہ کش ہو کر علیحدگی اور گوشہ نشینی کی روش اختیار کر لے اور خاموشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اسکے حقوق کی ادائیگی میں مگن رہے یا وہ شخص جو گھوڑے کی لگام پکڑے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہے دوسرے لفظوں میں انسانی سوسائٹی اور اجتماعی زندگی سے تعلق قائم رکھتے ہوئے ایمان کے تحفظ کی صرف ایک ہی صورت ممکن ہے کہ کفر اور اسکے پیدا کردہ فتنوں کے خلاف ہر وقت حالت جنگ میں رہے اور کسی وقت بھی گھوڑے کی لگام اسکے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اس ارشاد نبویؐ کی روشنی میں ایسے حالات میں اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں علماء کرام خود غور فرمالیں کہ پہلی صورت کی گنجائش تو ان کیلئے نہیں ہے کیونکہ "رہبانیت" اور زندگی کے اجتماعی معاملات سے کنارہ کشی کو جناب نبی اکرم ﷺ نے اسلامی طرز عمل کے طور پر قبول نہیں فرمایا اسلئے کسی عام شخص کیلئے تو شاید کسی حد تک اس کا جواز نکل سکتا ہو مگر "دین" اور "علم" کی ذمہ داری اپنے سر لینے والے علما کرام کیلئے کسی درجہ میں اس کی ذرہ سی بھی گنجائش نہیں ہے

انکا راستہ اور فریضہ بہر حال دوسرا ہے اور اس حوالہ سے آج کے دور میں بالعموم اور آنے والے زیادہ کٹھن دور میں بالخصوص علماء کرام کی ذمہ داریوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

☆ اپنے دین وایمان کی حفاظت

☆ عام مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور

☆ اس جدو جہد کیلئے رجال کار کی تربیت اور تیاری

دین وایمان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد اور ان کی اجماعی تعبیرات پر اس درجہ کا یقین اور اعتماد قائم رہے کہ "تشکیک مشکک" سے زائل نہ ہو لیکن بد قسمتی سے ہم عقائد وایمانیات کے حوالہ سے اس معیار کو حاصل کرنے اور اسے باقی رکھنے کی فکر کرنے کی بجائے "ظن غالب" کے درجہ کو ہی یقین خیال کر کے اس پر قناعت کئے بیٹھے ہیں اور یہی ہمارا آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ ہے بہر حال اپنے ایمان و یقین اور اس کی بنیاد پر دینی اعمال و معمولات کا راستہ وہی ہے جو جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کفر اور اس کے پیدا کردہ فتنوں کے خلاف ہر وقت حالت جنگ میں رہے اور فتنوں کے دور میں یہی علمائے اکرام کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ عام مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کیلئے ضروری ہے کہ علماء کرام اسلام کے خلاف کام کرنے والے فتنوں کے بارے میں پوری طرح باخبر ہوں ان کے طریق کار کو سمجھتے ہوں ان کے ہتھیاروں سے واقف ہوں اور ان کے وسائل و ذرائع پر ان کی پوری طرح نظر ہو پھر عام مسلمانوں کے ساتھ علماء کرام کا ربط و تعلق رسمی اور روایتی نہ ہو بلکہ مشنری ہو اور وہ ان کی زبان 'نفسیات' عرف اور اجتماعی مزاج سے کماحقہ آگاہ ہوں اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ عوام تک پہنچنے اور ان کے ذہنوں تک رسائی حاصل کرنے کے وسائل نہ صرف ان کی دسترس میں ہوں بلکہ وہ ان کے استعمال کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہوں خطابت تحریر اور کمپیوٹر آج کے دور کے وہ تین اہم ذرائع ہیں جن سے استفادہ کر کے ہم عام مسلمانوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں خطابت سے مراد عام اجتماع میں گفتگو کی اپنی صلاحیت ہے جو مخاطب افراد کی ذہنی سطح کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنا مافی الضمیر سمجھانے میں مفید ثابت ہو۔ تحریر کا مطلب یہ ہے کہ ایک عالم دین مروجہ صحافتی زبان میں اپنی بات کو شستہ انداز میں پیش کر سکے۔ اور کمپیوٹر سے یہ غرض ہے کہ ابلاغ اور اظہار کے اس جدید اور موثر ترین ذریعہ کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنا اس کیلئے مشکل نہ ہو لیکن ان سب سے زیادہ اور سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم سنت نبوی ؐ اسوہ صحابہ کرام ؓ تاریخ اسلام' اکابر واسلاف کی جدو جہد کے تسلسل' اسلامی نظام کے مختلف پہلوؤں' عالمی کفر اور استعمار کے مختلف کیمپوں' گمراہ کن افکار و نظریات' اسلام دشمن لابیوں اور عالم اسلام کی الحادی تحریکات کے حوالہ سے علماء کرام کی اپنی تیاری

اور مطالعہ مکمل ہو تا کہ وہ اندھیرے میں لاٹھی گھمانے کی بجائے شعور وادراک کی روشنی میں کفر واستعمار کے علمبرداروں کے ساتھ پنجہ آزمائی کر سکیں۔

ہماری بد قسمتی ہے کہ ان اہم ترین ملی اور دینی ضروریات پر ہماری نظر نہیں ہے اور ہم اپنے تعلیمی اور دینی مراکز تک میں ان کی اہمیت وضرورت محسوس نہیں کر رہے یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس کے فضلاء کی غالب اکثریت ایسے حضرات پر مشتمل ہوتی ہے جو اصحاب کہف کی طرح دینی مدارس کے محفوظ غاروں میں چند سال گزار کر جب سوسائٹی کے عام ماحول میں جاتے ہیں تو ان کے علم' زبان اور معلومات کا سکہ مارکیٹ کے لئے اجنبی ہوتا ہے اور عملی زندگی میں انہیں جن مشکلات' سوالات اور مسائل سے شب وروز واسطہ پڑتا ہے ان کے بارے میں وہ نئے سرے سے تعلیم' تربیت اور معلومات حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ایسے موقع پر مجھے "دیوان حماسہ" سے دو شعر اکثر یاد آجاتے ہیں اور میں خود جب کسی ایسی صورتحال سے دوچار ہوتا ہوں کہ کچھ کرنے کی خواہش کے باوجود تربیت اور صلاحیت کے فقدان کے باعث کچھ بھی نہیں کر پاتا تو حسرت کے ساتھ وہ شعر گنگناتا رہتا ہوں۔ان شعروں کو ذکر کرنے سے پہلے ان کا مختصر سا پس منظر عرض کرنا ضروری ہے کہ ایک عرب قبیلہ کے کسی نوجوان کو اس کے گھر والوں نے خوب نعمتوں اور نازوں میں پالا پوسا اور کھلا پلا کر جوان کیا مگر اسے جنگ کی ٹریننگ نہیں دی اور ہتھیاروں کا استعمال اور لڑائی کے آداب اور طریقے نہیں سکھائے جب وہ جوان ہوا تو عرب قبائل کی روایات کے مطابق دشمن قبیلہ کے جوانوں سے اس کا آمنا سامنا ہوا اور وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکا تو اپنے قبیلہ کے طرز عمل کو ان الفاظ میں شکایت کرتا ہے کہ

فهلا أعدوني لمثلي تفاقد وا
اذا الخصم ابزى مائل الرأس انكب
وهلا أعدوني لمثلي تفاقدوا
وفي الارض مثبوت شجاع و عقرب

قبیلے کے لوگ ایک دوسرے کو گم پائیں انہوں نے مجھے میرے دشمن کے مقابلے میں تیار کیوں نہیں کیا؟ جب کہ میرا مد مقابل ٹیڑھی گردن والا متکبر اور دلیر شخص ہے اور یہ ایک دوسرے کو گم پائیں انہوں نے مجھے میرے حریف کے مقابلہ میں ٹریننگ کیوں نہیں دی؟ جب کہ زمین میں ہر طرف سانپ اور بچھو بکھرے ہوئے ہیں۔

دین کی تعلیم وترویج' اسلامی احکام وقوانین کی اشاعت اور علوم نبویہ کی حفاظت وتدریس کے

ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور انہیں ضروری دینی معلومات اور راہنمائی مہیا کرنے کی غرض سے رجال کار کی تیاری بھی ہمارے دینی مدارس ومراکز کا بنیادی ہدف ہے اور وہ اس شعبہ میں قابل قدر اور قابل فخر خدمات سرانجام دے رہیں ہیں۔ بلکہ اس بات میں بھی کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ آج ہمارے معاشرہ میں دین کے ساتھ تعلق اور قرآن وسنت کے ساتھ وابستگی کا جو کچھ بھی ماحول ہے وہ ان دینی مدارس ومراکز ہی کی برکت سے ہے لیکن لادینیت' عالمی کفر اور دجالی فتنوں کے افکار ونظریات اور طریقِ واردات سے آگاہی اور ان کے توڑ اور مقابلہ کی صلاحیت کا پہلوبدستور تشنہ ہے اور جب تک اس تشنگی کو دور کرنے کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دی جاتی یہ خلاء بہر حال باقی رہے گا۔ ہمارے نزدیک اکیسویں عیسوی صدی کے حوالہ سے علماء کرام' علمی مراکز اور دینی مدارس کی سب سے بڑی اور اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس خلاء اور تشنگی کو محسوس کریں اور دجالی فتنوں کے تیزی سے بڑھتے ہوئے دائرہ کار اور اثرو نفوذ کو سامنے رکھتے ہوئے عام مسلمانوں اور اپنے شاگردوں اور طلبہ دونوں کیلئے اپنی ترجیحات اور طریق کار کا از سر نو جائزہ لیں تاکہ علماء کرام آنے والے دور میں اپنی ملی ودینی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکیں۔

مطبوعات موتمر المصنفین 26

کاروان آخرت

رشحات قلم مولانا سمیع الحق

مرتب مولانا محمد ابراہیم فانی

مشاہیر علماً' مشائخ' سیاسی زعماً' عالمی سیاستدانوں' ادباً' شعراء' اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات' شذرات اور تبصرے

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ پشاور